امجد رضا
اُستاد شعبہ سرائیکی، گورنمنٹ ڈگری کالج سمہ سٹہ
ڈاکٹر طاہر عباس طیب
استاد شعبہ اُردو، جی سی ویمن یونیورسٹی ،سیالکوٹ

سرائیکی سی حرفی موضوعاتی مطالعہ

Subjective study of Saraiki Say Harfi

The history of any society or any nation remains incomplete without folk literature. Folk literature represents social, political, economical and psychologial trends of its age. Saraiki poetry, in the form of C-Harfi, based upon religious and mystic poetry, can still be found treasured up. This genre is equally popular in Saraiki, Punjabi and Sindhi its individuality among the rest. Its themes are the oneness of Allah, love for the last Prophetﷺ , the feeting nature of this world, social representation, human psychology, morality, love and beauty. Such themes render it unique and everlasting .

Keywords: *Saraiki Say-Harfi, Folk Literature, Love of Allah and Prophetﷺ, Love and Beauty.*

کسی قوم یا سماج کی تاریخ لوک ادب کے بغیر نامکمل رہتی ہے۔ یہ ادب ماضی کے سماجی، سیاسی، اقتصادی اور نفسیاتی حالات کا آئینہ ہوتا ہے۔ اس سے کسی قوم کے طرز معاشرت اور تہذیب و تمدن کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ قوم کیسا سوچتی تھی، پیداوار کے ذرائع کس کے قبضے میں تھے ' ظالم اور مظلوم کے درمیان تعلقات کی نوعیت کیا تھی، عوام کی ضروریات، آس امید کن قوتوں کے ہاتھوں میں تھی وغیرہ کے بارے میں بھی پتا چلتا ہے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر صابر کلوری لکھتے ہیں:

> "سب سے اہم اور ضروری بات یہ ہے کہ اَدبی مؤرخ کو اَدب کے مراکز سے باہر نکل کر اعلیٰ اَدب کی تلاش کرنی چاہیئے۔ اُسے اَدبی ذخائر دریافت کر کے ان کی قدر و قیمت کا تعین کرنا چاہیئے۔" (۱)

سرائیکی مذہبی ادب کی ابتداء تبلیغ کی ضروریات کے پیش نظر وجود میں آئی۔ کیونکہ دلی اظہار خیال کے لیے شعر و شاعری بہترین ذریعہ رہا ہے۔ بات کو مفصل مگر بامعانی بیان کرنے کے لیے مبلغین اسلام نے اشعار سے

مدد لی۔ خاص طور پر انہوں نے شعر و شاعری کے ذریعے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کیا کیونکہ ہندوستان آنے والے بہت سے صوفیا کی زبان فارسی اور عربی تھی مگر انہوں نے تبلیغ کے لیے مقامی زبانوں کا سہارہ لیا۔

صوفیانہ شاعری کا ابتدائی ذخیرہ زیادہ تر "سی حرفی" کی شکل میں موجود ہے۔ اگرچہ اس کے لیے دوہڑہ' کافی' بارہ ماسی' ڈھولے' بیت' ستوارہ' اور گنڈھاں جیسی اصناف استعمال کی جاتی تھیں۔ سی حرفی سندھی' پنجابی اور سرائیکی میں یکساں مقبول صنف ہے۔ ڈاکٹر لاجونتی "سی حرفی" کے متعلق کہتی ہیں کہ اس کا ماخذ خالصتاً پنجابی ہے اگرچہ فارسی اور عربی ادبیات کی کئی اصناف سخن اس زبان میں رائج ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ آدی گرنتھ میں سی حرفی کی قدیم نمونے پائے جاتے ہیں۔ وہ لکھتی ہیں:

> Siharfi is an acrostic on the alphabet. It is not found in any other Indian language. As it is not of Persian or Arabic origin we conclude that it is a Panjabi form. The oldest verse of this kind is found in the Adi Granth of the Sikhs and was composed by Arjuna Dev. Later on it appears to have become a popular verse-form of the Sufis. Some of them wrote more than two or three siharfis. Siharfi Precisely, is not a short poem but is a collection of short poems. The letters of the alphabet are taken consecutively, and words whose initials they form are employed to give metrical expression to the poet's ideas.(۲)

سی حرفی میں ابجد کے ہر حرف سے شروع کر کے تین مصرعوں' چار مصرعوں یا اس سے کم و بیش مصرعوں کی شکل میں بند مکمل کیا جاتا ہے۔ اکثر چار مصرعوں کا ایک قطعہ لکھا جاتا ہے۔ اس میں ہیئت اور موضوع کی قید نہیں ہوتی۔ زندگی کا کوئی بھی تجربہ' مشاہدہ' کیفیت' کسی احساس کی پرچھائیں' جذبے کا کوئی پہلو اس صنف کی مصرعوں میں سمویا جا سکتا ہی۔ سی حرفی کی آخری مصرعہ میں شاعر اپنا تخلص اس رعایت سے استعمال کرتا ہے جس سے محض ملکیت شعر ہی ثابت نہیں ہوتی بلکہ اس میں شاعر اپنی ذات سے بعض اوقات عالم انسانیت سے مخاطب ہو کر "کہنے کی بات" بھی کہہ دیتا ہے۔ یوں کہیے آخری مصرعہ سے اس کی شاعرانہ صلاحیت کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔

اصطلاح میں "سی حرفی" نظم کی وہ شکل ہے جس میں حروف تہجی کی اعتبار سی شروع کر کے 'الف' سے 'ی' تک بند بنائی جاتی ہیں۔"سی حرفی" کی لغوی معنی تیس حروف والی کے ہیں۔"سی" فارسی کا لفظ ہی جس کے معنی تیس کے ہیں، "حرفی" سے مراد حروف ابجد کے ہیں لیکن تیس حروف والی شرط ہر سی حرفی پر لاگو نہیں ہوتی۔بعض اوقات شاعروں نے اٹھائیس حرفی بند بھی لکھے ہیں' جبکہ کئی سی حرفیاں انتیس حرفی بندوں پر بھی مشتمل ہیں۔ہر شاعر اپنے تجربے اور شعری بصیرت کے مطابق حروف ابجد کا استعمال کرتا ہے۔ڈاکٹر انعام الحق جاوید" سی حرفی" کے متعلق لکھتے ہیں:

"سی فارسی زبان کا لفظ ہی جو تیس کی معنی دیتا ہی۔ جیسے 'سی پارہ'یعنی تیس حرفوں والی 'تیس کو عربی میں ثلاثون کہتے ہیں۔عام طور پر کہا جاتا ہی کہ عربی کے حروف تہجی یا پٹی ابجد کی تعداد ۲۹ ہی لیکن ۳۰ بنالی گئی ہے اور اس کی نسبت سے اسے سی حرفی کہا جاتا ہے"۔(۳)

کیفے جامپوری نی اپنی کتاب "سرائیکی شاعری" میں سی حرفی کی تعریف کرتے ہوئے اسے سرائیکی، سندھی اور پنجابی شاعری کی اہم صنف قرار دیا ہے۔ان کے نزدیک:

"سی حرفی سرائیکی سندھی اور پنجابی شاعری کی اہم صنف ہے۔دوہڑا اور کافی کی طرح اس میں بھی عشق و محبت' تصوف و معرفت' حمد و نعت اور دنیا کی بے ثباتی اور نا پائیداری کے مضامین باندھے جاتے ہیں"۔(۴)

تاریخ ادبیات پاکستان میں سی حرفی کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

"سی حرفی بھی کافی کی مانند پنجابی لوک شاعری کی طرز میں لکھی جانے والی مشہور شعری صنف ہے۔ یہ فارسی ترکیب ہے یعنی تیس۔ عربی حرفوں کا مرکب (تیہہ اکھری) جو الف سے لے کر ی تک چار چار مصرعوں پر مبنی ہر بند یا ٹکڑی'چو بیتا یا چو مصرعہ (رباعی) ہوتا ہے،لیکن اس کے اوزان اور بحور رباعی سے جداگانہ ہیں"۔(۵)

سی حرفی عربی حروف تہجی کے لحاظ سے لکھی جاتی ہے۔یہ حروف اٹھائیس ہیں "لا" اور "ے" کا اضافہ کر کے تعداد پوری کرتے ہیں۔پاکستانی زبانوں کے علاوہ دنیا کی دوسری زبانوں میں بھی حروف ابجد کے ساتھ شعر لکھنے کا رواج رہا ہے۔یہودی الفابیٹ نظمیں لکھتے تھے۔انگریز شاعر 'ملٹن' اور 'ورڈز

ورتھ' کے درمیانے دور میں بھی الفابیٹ سے شروع کر کے پوئمز لکھی گئی ہیں۔ بہرحال سی حرفی شعراء نے اپنے اپنے انداز میں ہیت کے تجربات کیے لیکن زیادہ تر شعراءنے سی حرفی میں کوئی نہ کوئی خاص پیغام ضرور دیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ یہ صنف سندھی' پنجابی' سرائیکی میں طویل عرصے سے چلی آ رہی ہے اور موجودہ دور میں بھی کسی نہ کسی صورت میں لکھی جا رہی ہے۔

سرائیکی سی حرفی کا مجموعی طور پر جائزہ لیا جائے تو اس میں تصوّف کا رنگ نمایاں ہے۔اس کے بعد اخلاقیات اور حمد و نعت کا رجحان پایا جاتا ہے ان کے علاوہ ہجروفراق، حسن و عشق، معاشرے کی عکاسی، فطرت کی خوبصورتی کا بیان وغیرہ جیسے موضوعات بھی موجود ہیں۔

توحید، عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ،تصوف، دنیا کی بے ثباتی، نیکی کی تلقین، اخلاقیات کا درس، معاشرتی عکاسی، انسانی نفسیات، حسن و عشق اولیا کرام نے تبلیغ اسلام کے لیے مقامی بولیوں اور زبانوں میں شاعری کے ذریعے بھی عوام کو اسلامی تعلیمات کا درس دیا اور اسلام کے بنیادی عقائد اوراصول نہایت دل کش انداز میں ذہن نشین کرائے۔اسی روایت پر چلتے ہوئے عام طور پر تمام شعراء نے سی حرفی میں مذہبی اقدار کو موضوع سخن بنائے رکھا۔مذہبی شاعری میں توحید اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں دو اہم موضوعات ہیں۔

توحیداور عشق رسول ﷺ

یتیم جتوئی اللہ تعالی کی صفات اور وحدانیت کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اللہ ایک ہے، بے نیاز ہے، اس کا کوئی ہمسر نہیں اور وہی ہے جو دلوں کے راز بہتر جانتا ہے۔وہ لکھتے ہیں:

الف　احد　ب　بیحد　برتر،　رتبہ　پ　پرور　دا
ت　توفیق　رکھیندے　وحدت　ہمسر　ہور　نہ　دھردا
ث　ثابت　ہے　قدرت　قادر　صادر　صاحب　اثر　دا
ج　جلال　جلیل　قدر　بے　مثل　مثال　نظردا
ح　حاکم　حق　پاک　حقیقی　دعوے　حق　دا　ور　دا
خ　خالق　مخلوق　تمامی　مالک　زیر　زبردا
د　دلال　دلاندا　والی　بجھدا　راز　اندر　دا

ذ　ذبیح　اللہ　دے　کیتے　حکم　خلیل　تے　کردا[٦]

ترجمہ: اللہ پروردگار واحد کا رتبہ سب سے بلند ہے۔اس کی ہمسری کی توفیق کسی کو نہیں۔وہ قادر مطلق ہے، جلیل القدر ہے اور بے مثال ہے۔وہ حاکمیت کا حقیقی دعویٰ دار ہے اور تمام مخلوقات کا خالق ہے۔وہ دلوں کے راز جانتا ہے۔اس کے حکم پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کی ٹھان لی۔

بیدل سندھی نبی اکرم ﷺ کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ عام لوگوں کی نجات کے لیے نور ہدایت لے کر آئے اور اُن کے حسن کے سامنے سورج کی روشنی ماند ہے۔

ش　شاہ　لباس　چاکاندے　وچ
مخفی　ہو　کے　جھنگ　سیال　آیا　رے
ص　صلو　علیہ　وآلہ　سوہٹا　رے
صاحب　حسن　کمال　آیا　رے
ض　ضو　شمس　دا　چھپ　گیا
جلوہ　نور　جمال　آیا　رے[٧]

ترجمہ: بادشاہ غلاموں کے بھیس میں چھپ کر جھنگ سیال آیا۔اس پر درود و سلام ہو اس کا حسن کمال کا ہے۔اس کے حسن کے سامنے سورج کی روشنی بھی ماند ہے ۔

اکبر شاہ خود کو ہیر اور رسول اکرم ﷺ کو رانجھا کہتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ سے ملنے کی خواہش میرے اندر تڑپ رہی ہے اور میں آپ ﷺ کو تلاش کرنے کے لیے کائنات کے ہر کونے میں جانے کو تیار ہوں ۔

الف　آ　رانجھا　سک　اللہ　ساڈی　ہویم　قرب　قرین
نال　ماہی　دے　پاک　محبت　کیڑ　ھاروئعین
شوقوں　یارمنایم　رانجھا　ڈھونڈ　آسمان　زمین
ان　اللہ　یحب　التوابین　ویحب　المتطہرین[٨]

ترجمہ: اے رانجھے اللہ سے ملنے کی خواہش ہی اس کے قریب کرتی ہے۔ محبوب سے پاک محبت آنکھوں کو ٹھنڈک عطا کرتی ہے۔ شوقِ وصال ہی محبوب سے محبت بڑھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ یقینا توبہ کرنے والوں اور پاک رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

تصوف

توحید اور عشق رسول ﷺ کے بعد تصوف ایک اہم موضوع ہے۔ سرائیکی کلاسیکی شعرا کے کلام میں خاص طور پر متصوفانہ موضوعات جا بجا ملتے ہیں۔ تصوف کے متعلقہ موضوعات میں قرب الٰہی، فنا فی الشیخ، فنا فی الرسول، فنا فی اللہ، زہد اور معرفت نفس اہم ہیں۔

علی حیدر ملتانی کے نزدیک نفس کومارنا اللہ کے قرب کا ذریعہ ہے۔ اللہ کے عشق میں گم ہو جانے کے لیے نفس پر قابو پانا ضروری ہے۔ اپنی ذات کو فنا کیے بغیر جنت کا حصول نا ممکن ہے۔

ب بھٹی تتی تیرے عشق والی اوہ بھڑکے تے بھاہ بھاہ کرے
عاشق سڑدے تے تڑ تڑ کر دے کول عشق کھڑا واہ واہ کرے
سلیمان بھٹیاری دا بھٹ جھلکے یوسف نال زلیخا نکاح کرے
جیہڑا اپنا آپ نہ مارے وے حیدر اوہ جنت دی کیا چاہ کرے (۹)

ترجمہ: عشق والی بھٹی میں سے عشق کے شعلے اٹھ رہے ہیں۔ عاشقوں کو جلتا دیکھ کر عشق مسکرا رہا ہے۔ جب تک اپنی انا کو نہ مارا جائے عشق نہیں ملتا جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا سے اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے بھٹیارن سے شادی کر کے حاصل کیا تھا۔ اپنی ذات کو فنا کرنے کے بغیر جنت حاصل نہیں ہو سکتی۔

حضرت سچل سرمست سندھی اور سرائیکی کے معروف شاعر ہیں۔ وہ شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ صوفی با عمل بھی ہیں۔ وہ وحدت الوجود کے قائل ہیں اور ان کے نزدیک ہر قسم کی کثرت مجازی ہے۔ زمین و آسمان، سمندر، پہاڑ حتیٰ کہ پوری کائنات میں اللہ ہی کا نور ظہور ہے :

ز زور تے بحر زخار آندا تہیں وچوں تھیا کوئی نظار کھڑا
اوہیں شور مچایا آسمان تائیں وسکار دا تھیا دو غبار کھڑا
س سیرا یہیں دا جہیں سیر کیتا تہیں دی جند ساری نا پید تھئی

کتھے نام و نشان نسب تہیں دا "من" "ما" وچولے دی پھوک گئی
ش شور مچایا وو موج ڈاہڈاہئے زور جھلن دی ووجا نہیں
برابر زمیں اسمان کتیئس ڈتی کنی تہیں دی وو کا نہیں
ص صورت گم ہوئی وو ساری لہریں پیاپئے وو چڑھ پئیاں
کائی خبر اتھاں وو پوندی نہیں نور و نور دیاں ندیاں آنیاں
ض ضرب بحری دی وو زور لگی ہکے وار وجود او ڈار ڈتس
"میں" دی ہک رتی کتھ رہندی اتھاں سارا نام نشان اتار ڈِتس(۱۰)

ترجمہ: جب جوش سمندر میں آیا اس میں تھا کوئی نظار کھڑا، وہ شور تھا اس کا، جو، بن کر افلاک تلک تھاغبار کھڑا، دی جان اسی نے جس نے ہمارے دل کو اطمینان دیا، نے نام و نسب تے حیات کوئی نہ اس نے کوئی نشان دیا، وحدت کے سمندر کی موجیں کیا شور مچاتی پھرتی تھیں، دھرتی سے لے آکاش تلک کوئی فرق رہا تھا؟ نہیں نہیں، وحدت تھی کثرت میں کھوئی کثرت کی موجیں چڑھ دوڑیں، ان چڑھتی نور کی ندیاں میں سب اصلی باتیں کھو ڈالیں، اس بحر کے ایک تھپیڑے نے اس ہستی کو ہی مٹا ڈالا، اس "میں" کی رتی کیا رہتی اس بستی کو ہی مٹا ڈالا۔

حضرت سلطان باہو عالم اور صوفی ہونے کے ساتھ ساتھ اچھے شاعر بھی تھے۔ان کی شاعری میں شریعت پر کاربند رہنے کی تلقین، مرشد سے عقیدت، حب رسول، عشق الٰہی، اخلاقیات اوردیگر سماجی و معاشرتی اقدار کا درس ہے۔وہ کہتے ہیں کہ انسانی جسم میں اللہ کا گھر ہے۔چنانچہ اگر اللہ کا قرب چاہتے ہو تو انسان سے محبت کرو۔

ایہہ تن رب سچے دا حجرہ اندر پا فقیرا جھاتی ہو
نہ کر منت خواج خضر دی تیرے اپنے اندر آب حیاتی ہو
شوق دا دیوا بال انھیرے متاں لبھی وست کھڑاتی ہو
مرن تھیں مر رہے اگے باہو جنہاں حق دی رمز پچھاتی ہو(۱۱)

ترجمہ: اے فقیر اندر جھانک کر دیکھو یہ جسم خدا کا گھر ہے۔ آب حیات تیرے اندر موجود ہے لہٰذا خضرؑ کی منتیں کرنے کی ضرورت نہیں۔ شوق کی شمع جلا کر کھوئی ہوئی منزل تلاش کرنے کی کوشش کرو۔ اے باہوؒ جنہوں نے حق کا اسرار پا لیا وہ موت سے بھی آگے گذر گئے۔

حمل لغاری کے نزدیک محبوب کا ملنا ہی نصب العین ہے اور جب محبوب کا قرب نصیب ہوتا ہے تو حقیقی مسرت حاصل ہوتی ہے اور محبوب کا دیدار حج کے ثواب کے برابر ہے۔

لا لاہ حجاب لنگھ دوست آیا
تن من میڈا مسرور تھیا
خوشی خوب تھئی محبوب ملیا
سہیو سوال میڈا منظور تھیا
جسے سیر کنوں بھر پیر آیا
اہو سیر کلی پُر نور تھِیا
حمل حب والا محبوب ملیا
ساکوں حاصل حج حضور تھیا[۱۲]

ترجمہ: میرا محبوب حجاب کھول کر آن پہنچا تو میرا دل مسرور ہو گیا۔ مجھے خوشی ہوئی کہ میری خواہش کے مطابق محبوب سے ملاقات ہو گئی۔ اس نے جہاں جہاں قدم رکھا وہاں وہاں روشنی پھیل گئی۔ اے حمل محبوب ملنے پر یوں محسوس ہوا جیسے حج کر لیا ہو۔

دنیا کی بے ثباتی

صوفی شعرا نے دنیا کی بے ثباتی کا بیان اپنی شاعری میں بکثرت کیا ہے۔ ان کے نزدیک دنیاوی زندگی کی کوئی حقیقت نہیں۔ یہ خواب و خیال ہے، وہم ہے اور عارضی ہے۔ حقیقی زندگی اخروی ہے جس کے لیے ہمیں ابھی سے تیاری کی ضرورت ہے۔

شیخ عبداللہ ملتانی کہتے ہیں کہ دنیاوی مال و دولت، ریشمی لباس، سونے چاندی کے برتن، گھر، محل، باغ وغیرہ کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ ان تمام اشیاء کو آخر کار ختم ہونا ہے۔ بلکہ موت ان تمام چیزوں سے رشتہ ختم کرا دیتی ہے۔ انسان کو اس دنیا کی نہیں آنے والی کی فکر کرنی چاہیے۔

ز زر بفتی جیندے جوڑے
توڑے ہاتھی توڑے گھوڑے
توڑے چاندی توڑے کٹورے
تاں بھئی موت چکھیسیا
سمجھ بندی توں نال فکر دے ایہ جندڑی پردیسیا
س سدا نہیں باغ بغیچے
سدا نہ ھوندے فرش غلیچے
ھر دم فکر چلن دا کیجئے
اوڑک موت لٹیسیا
سمجھ بندی توں نال فکر دے ایہ جندڑی پردیسیا (۱۳)

ترجمہ: جو ریشمی لباس پہنتا ہے، جس کے پاس مال و دولت ہے وہ بھی آخر موت کے منہ میں جائے گا۔ یہ دنیا، باغ، باغیچے، قالین والے فرش ہمیشہ نہیں رہیں گے۔ آخر کار موت انہیں لوٹ لے گی۔ اے انسان غور کر یہ زندگی عارضی ہے۔

ناطق ملتانی نے ڈھولا کی ہیئت میں سی حرفی لکھی ہے اور اس میں دنیا کی بے ثباتی کا مفصل اظہار کیا ہے۔ وہ انسان کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ تو موت کو بھلا بیٹھا ہے اور تجھے قبر کا کوئی خوف نہیں رہا۔ تمھیں اس بات کا احساس نہیں کہ موت کا فرشتہ گھات میں بیٹھا ہے۔ تمھاری ساری دوستیاں اور رشتہ داریاں ختم ہو جائیں گی۔ مال و دولت کچھ کام نہ آئے گا اور نام و نسب بے کار ہو جائے گا۔ صرف ایک چیز فائدہ مند ہو گی اور وہ اعمال ہیں ۔

ق قرب اجل دا پیوے خون بدن دا
خاطر خاطر تھیسی فرشتہ جان کندن دا
وسریاہے غافل تیکو ٹوٹا جے کفن دا
ناطق یاد نہ کیتو ویلا وقت ونجن دا (۱۴)

ترجمہ: موت کی قربت بدن کا خون چوستی ہے۔ ملک الموت جلد ہی حاضر ہو جائے گا۔ اے غافل تجھے کفن کا پہننا یاد نہیں اور نہ ہی تجھے مر جانے کا وقت یاد ہے۔

اخلاقیات کا درس

دنیا کے تمام مذاہب، چاہے الہامی ہوں یا غیر الہامی، تبلیغی ہوں یا غیر تبلیغی، سامی ہوں یا غیر سامی، اپنا اپنا اخلاقی نظام رکھتے ہیں۔ اگر تمام نہیں تو چند بنیادی اخلاقی اقدار تمام مذاہب میں مشترک ہیں اور تمام ہی مذاہب میں اخلاقی درستگی پر زور دیا گیا ہے۔ اس اخلاقی نظام کے زیر اثر شعراءنے بھی اپنے کلام میں اخلاقیات کو موضوع سخن بنایا ہے اور سرائیکی سی حرفی نگار اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔

نور احمد سیال ایک معاشرتی بداخلاقی چوری کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس بداخلاقی کا خیال بھی دل میں نہیں لانا چاہیے اور نہ ہی یہ چیز اخلاقیات میں پسندیدہ ہے کہ اس بداخلاقی کے مرتکب شخص سے لاپرواہی برتی جائے۔

چ   چے   چوری   دل   دلبر   نیتا
کہیں   دا   لحاظ   نہ   اصلوں   کیتا
چور   کوں   ڈیکھ   کے   منہ   پے   سیتا
نور   کنوں   بس   منہ   نہ   بھنوا

اخلاقیات کا اصول ہے کہ گناہ کرنے کے بعد اس کی اشاعت مزید گناہ ہے اور یہ معاشرتی بداخلاقی ہے کہ گناہ کر کے اس پر فخر کیا جائے اور دوسروں کو بتایا جائے۔

ذ ذال ذخیرہ ئی گنڈھ گناہ دا
سر تے چاتو جو پنڈ گناہ دا
کینویں بھریسیں ڈنڈ گناہ دا
روزِ جزا اے نور ڈسا(۱۵)

ترجمہ: اے انسان تو چوری کی نیت کرتا ہے اور کسی کو نہیں بخشتا بلکہ چور کو دیکھ کر اسے چور بھی نہیں کہتا۔ تو کیوں ہدایت سے منہ پھیرتا ہے۔ اے انسان تو گناہوں کا انبار ہے اور گناہوں کا انبار اٹھائے ہوئے ہے۔ اے نور تو یہ بتا کہ روز جزا گناہوں کے انبار سے کیسے نپٹے گا۔

محمد بخش محمدن صدق و صفا پر زور دیتے ہوئے کہتے ہیں:

الف اللہ کوں یاد کر بھلا بیلیا ایسے تیرے کم
سڈ گہتہ کوڑ پلال نوں بھلا بیلیا نکل جاسیا دم
ب بہت محبت نال توں بھلا بیلیا دامن پھڑتوں رسول
صدق صفائی دلدی بھلا بیلیا کرتوں دین قبول
ت تکڑا ہو کے بھلا بیلیا من توں چارے یار
بیڑی چڑسیں دین دی بھلا بیلیا آخر لنگسیں پار
ث ثابت نال صدق دے بھلا بیلیا رکھتوں صاف یقین
اسوچ فرق نہ جانتوں بھلا بیلیا راضی ہوئے امین(١٦)

ترجمہ:اے اچھے دوست اللہ کو یاد کر۔ جھوٹ کو چھوڑ دو کہ آخر تو نے آگے جانا ہے۔تو محبت کے ساتھ دامن رسول ﷺ پکڑ لے اور دل میں صدق اور صفائی پیدا کر۔یقین کے ساتھ چاروں یار (خلفائے راشدین) پر ایمان لے آ تاکہ تیری کشتی پار اترے۔تو صدق و صفا کے ساتھ دین قائم رکھ۔

حسن وعشق

حسن و عشق شعرا کا پسندیدہ موضوع رہا ہے۔بعض لوگوں کاخیال ہے کہ عشق مجازی عشق حقیقی کی پہلی سیڑھی ہے اوراکثر صوفیہ کرام اسی سیڑھی کے ذریعے عشق حقیقی تک پہنچے۔جمالیات کی حس انسان میں جبلی طور پر موجود ہے۔انسان ہر خوبصورت چیز کی جمالیاتی حس پر قائم ہے۔کیوں کہ انسان پہلے کسی شے کی خوبصورتی اور حسن سے متاثر ہوتا ہے، چاہے یہ حسن ظاہری ہو یا باطنی اور پھر اسے حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔حصول کی یہی خواہش عشق میں تبدیل ہو جاتی ہے جو کہ خواہش قرب کا آخری درجہ ہے۔سرائیکی سی حرفی لکھنے والے بھی اس اصول سے مستثنیٰ نہیں۔

بیدل سندھی معشوق کے فراق کی حالت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس کے بغیر عاشق کی حالت خستہ ہوتی ہے۔راتوں کو اٹھ اٹھ کر روتا ہے۔اس کی جدائی میں غمگین گیت گاتا ہے۔آپ فراق کی حالت میں یوں بیان کرتے ہیں:

الف آسوہٹنا سنط حال میڈا تیڈے باجھ بہوں درماندیاں میں
راتیاں آب اکھیاں توں نت وہے ڈینہاں خون جگر دا کھاندیاں میں
سر ندا درد غماندا دست دھرے سر سوز فراق دا گاندیاں میں
بیدل بار برہا داربا ری چم چاہ کنوں سر چاندیاں میں (١٧)

ترجمہ: اے محبوب دیکھو تیرے بغیر میرا برا حال ہے۔ رات کو آنسو نہیں رکتے اور دن کو درد جگر ستاتا ہے۔ میں مسلسل غمگین سروں میں درد بھرے گیت گاتی ہوں۔ اے بیدل جدائی کے صدمات نے میرا سر جھکا دیا ہے۔

بخت فقیر سئیں عشق میں مبتلا لوگوں کا حال بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں وہ ہر وقت محبوب کے انتظار میں رہتے ہیں۔ وہ عیش و عشرت بھول جاتے ہیں۔ اپنے عزیز واقربا اور وطن تک کی اہمیت ختم ہو جاتی ہے۔ وہ سب لوگوں کے طعنے بخوشی سنتے ہیں اور چاہے اس کی جان ہی کیوں نہ چلی جائے، عشق سے باز نہیں آتے۔ آپ لکھتے ہیں:

ج جیڑھیاں عشق دی وَٹھ وچ آیاں ودیاں اجتئیں کانگ اڈیندیاں
سٹ عیش امن کل خویش وطن ناں یار دانت پکریندیاں
کل مہنے طعنے خلقت والے پڑھ بسم اللہ کر چیندیاں
توڑیں بختا ہجر ہلاک کرے نہ یار دی تار چھوڑیندیاں (١٨)

ترجمہ: جو عشق کے جال میں پھنستے ہیں ہمیشہ انتظار میں رہتے ہیں۔ عیش و عشرت، عزت ورشتہ داریاں سب کچھ بھلا کر محبوب کا ہی نام لیتے رہتے ہیں۔ لوگوں کے طعنے بخوشی سنتے ہیں۔ چاہے جدائی انہیں ہلاک ہی کیوں نہ کر دے وہ عشق سے باز نہیں رہتے۔

علی حیدر ملتانی حسن کے بیان میں مہارت رکھتے ہیں۔ لڑکیوں کے ایک جھرمٹ کے حسن کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ک کڑیاں دی گل تدن بجھاتی جدوں کڑیاں کلیجہ نوں اڑیاں نے
چھنکار کلیجوں پار گیا، کسے ظالم سنار نے گھڑیاں نے
اک کڑیاں ظالم ڈوجا گھڑیاں ظالم تیجا ظالماں دے پیریں جڑیاں نے
علی حیدر وے تینوں کیوں نہ ساڑن جیڑھیاں آپ آتش وچ سڑیاں نے

ح حوراں ویکھ جمال سجن دا سنگدیاں سنگدیاں سنگ گئیاں
ہکو نظارہ برائے خدا دے منگدیاں منگدیاں منگ گئیاں
چونی نوں کھنط تے پیراں نوں مہندی رنگدیاں رنگدیاں رنگ گئیاں
ایہہ دو زلفاں دا شمس وے حیدر ڈنگدیاں ڈنگدیاں ڈنگ گئیاں(۱۹)

ترجمہ: لڑکیوں کی بات تب سمجھ آتی ہے جب وہ گلے پڑ جاتی ہیں۔ ایسا لگتا ہے انہیں کسی ماہر سنار نے مہارت سے بنایا ہے۔ ایک تو وہ ظالم ہیں دوسرا وقت مشکل اور تیسرا ان پر ظالموں کا قبضہ ہے۔ اے علی حیدر جو خود آتش ہوں وہ تجھے کیوں نہ جلائیں۔ خوبصورت لڑکیوں نے جب محبوب کا چہرہ دیکھا تو شرما گئیں۔ وہ خدا سے اس کے ایک نظارے کے لیے دعا کرنے لگیں۔ سر پہ مکھن اور پیروں میں مہندی لگائے کائنات کو رنگین بنا رہی ہیں۔ اے علی حیدر ان کی زلفیں ناگن کی طرح ڈس رہی ہیں۔

سرائیکی سی حرفی شاعری میں موجودہ دور کے حالات وواقعات کو بھی واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ شعراء نے مختلف واقعات کو کمال خوبصورتی کے ساتھ سادہ الفاظ میں بیان کیا ہے ۔اب بھی کئی شعراء نے صوفیا کرام کی اصلاحی صنف کی روایت کو تسلسل کے ساتھ بر قرار رکھا ہوا ہے۔ پروفیسر شوکت مغل اِس تناظر میں لکھتے ہیں:

"سرائیکی زبان اپنی قدامت کے ساتھ ساتھ جدید دور کی ایسی زبان دکھائی دینے لگی جو اپنے اندر ہر قسم کے نئے اَدبی تجربات اور تصوّرات کو جذب کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے"(۲۰)

دراصل سرائیکی شاعری میں شعراء معاشرے کی اصلاح کے لیے کوئی نہ کوئی طریقہ نکالتے رہے ہیں، کیونکہ بامقصد شاعری ہی معاشرے کی اصلاح میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔ صوفیانہ شعراء نے سی حرفیاں لکھ کر اپنے جذبات واحساسات کو عام لوگوں تک پہنچانے کی بھرپور کوشش کی۔ امید ہے کہ نئے شعراء بھی غزل' دوہڑہ' ہائیکو' کافی کے ساتھ ساتھ سرائیکی سی حرفی شاعری میں اصلاحی اور مذہبی عوامل کو اپنے کلام میں شامل کرتے رہیں گے۔

حوالہ جات

۱۔ صابر کلوری، ڈاکٹر، مضمون، اُردو کی اَدبی تاریخیں، مشمولہ: اَدبی تاریخ نویسی، مرتبہ: ڈاکٹر عامر سہیل، نسیم عباس احمد، لاہور، پاکستان رائٹرز کوآپریٹو سوسائٹی ،۲۰۱۰ء، ص ۱۶۹

۲۔ Lajwani Ram Krishna, Punjabi Sufi Poets, Indus Publications, Karachi, 1977,pages-xxiii-xxiv

۳۔ انعام الحق جاوید، پنجابی زبان وادب کی مختصر تاریخ، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۷ء، ص ۳۱۷

۴۔ کیفی جامپوری، سرائیکی شاعری، ملتان، بزم ثقافت ۱۹۶۹ء، ص ۱۹۴

۵۔ اسرار احمد کیپٹن، تاریخ ادبیاتِ پاکستان، جلد نمبر ۱۳ لاہور، پنجاب یونیورسٹی، ص ۷۳۰-۷۲۹

۶۔ یتیم جتوئی، غلام حیدر خاں، در یتیم، ملتان، سرائیکی اکیڈمی، ۱۹۶۷ء، ص ۲

۷۔ قادر بخش بیدل، منتخب سرائیکی کلام بیدل سندھی، ملتان، بزم ثقافت، ۴۔مائی مہربان چوک فوارہ، ۱۹۷۸ص ۱۱۴

۸۔ اکبر شاہ، مجموعہ، لاہور، اسلامیہ سٹیم پریس، س ن، ص ۱

۹۔ علی حیدر، لعل ہیرے، ملتان، ہمدرد پرنٹر پریس، ۱۹۷۳ء، ص ۱۴

۱۰۔ سچل سرمست، سچل سرمست، سندھی، پنجابی، فارسی اور اردو کلام، مرتب: شفقت تنویر مرزا، اسلام آباد، لوک ورثہ اشاعت گھر، ۱۹۸۷ء، ص ۳۲۸

۱۱۔ محمد بشیر چوہدری، ابیات سلطان باہوؒ، لاہور، تاج بک ڈپو، اردو بازار، ۱۹۷۲ء، ص ۱۵

۱۲۔ حمل خاں لغاری، حمل لغاری، مرتب محمد اسلم رسولپوری، ملتان، بزم ثقافت، محلہ مائی مہربان، ۱۹۸۱ء، ص ۱۱۹

۱۳۔ شیخ عبداللہ ملتانی، جنڈری پردیسی، ملتان، اندرون بوہڑ گیٹ بازار، کتب فروشاں، س ن، ص ۳

۱۴۔ ناطق، سی حرفی ڈھولا ناطق، ملتان، سیرانی پبلشنگ کمپنی، اندرون بوہڑ گیٹ، س ن، ص ۴

۱۵۔ نور احمد سیال، پاک سی حرفی، ص ۱۱، ۶، ۴

۱۶۔ محمد بخش محمدن، مجموعہ فراق عشق، لاہور، مطبوعہ مجتبائی پریس، س ن، ص ۲

۱۷۔ قادر بخش بیدل، منتخب سرائیکی کلام بیدل سندھی، ص ۱۱۶

۱۸۔ بخت فقیر سائیں، دان پنجتنی، کراچی، المخزن پرنٹرز ۱۹۹۸ء، ص ۳۸

۱۹۔ علی حیدر، لعل ہیرے، ملتان، ہمدرد پرنٹر پریس، ۱۹۷۳ء، ص ۱۵

۲۰۔ شوکت مغل، پروفیسر، دیباچہ، سرائیکی اَدب: ریت روایت، از ڈاکٹر طاہر تونسوی، ملتان، سرائیکی اَدبی بورڈ (رجسٹرڈ)، ۲۰۱۰ء، ص ۱۰